بنایا جاتا ہے۔ اس مشن میں روس، فرانس، برطانیہ، امریکہ اور اسرائیل کی خفیہ تنظیموں کے افراد شامل ہوتے ہیں۔ پانچ دیوقامت ہرکولیس جہاز جزیرہ قبرص میں جمع کئے جاتے ہیں۔ جن میں جوہری بموں کے علاوہ ایک خاص اعلان کا ٹیپ، فٹ کیا جاتا ہے۔

اڑان سے پہلے مشن کے ارکان کو بتایا جاتا ہے کہ وہ ایسے خوش قسمت افراد ہیں جو مغرب کی مہذب تہذیب کے دفاع کی خاطر اور ایک غیر مہذب جاہل اور ظالم طاقت (اسلام) کو تباہ کرنے جا رہے ہیں اور یہ کہ تاریخ میں وہ مغرب کے ہیرو قرار پائیں گے پھر عین حج کے دنوں میں جمعہ کے دن پانچوں جہاز قبرص سے اڑتے ہیں، وہاں انہیں سپیشل آٹو پائلٹ کے نظام سے آراستہ کیا جاتا ہے، پھر جہاز دوبارہ اڑان بھرتے ہیں۔ سب ہوا باز پیرا شوٹ کے ذریعہ کود کر بحیرۂ قلزم میں موجود برطانوی بحری جہاز پر جا اترتے ہیں۔ جہاز مکہ کی جانب اڑان جاری رکھتے ہیں وہاں اسرائیل کی خفیہ تنظیم کے دو لبنانی ایجنٹ موجود ہیں جن میں سے ایک دروز اور دوسرا عیسائی ہے۔ یہ ایجنٹ ان جہازوں کو حرم کعبہ کی طرف گائیڈ کرتے ہیں مسجد حرام پر چکر لگاتے ہوئے ہر طیارہ باری باری عربی میں ریکارڈ شدہ اعلان حجاج کو سناتا ہے۔ اعلان کا مضمون یہ ہے:

"اللہ اکبر! اللہ اکبر! میں علی ہوں اور حضور پیغمبر کے پرتو کے طور پر نازل ہوا ہوں۔ میں ہی مہدی موعود ہوں۔ اے دنیا کے گنہگار بندو! اللہ تم سے سخت ناراض ہے کیونکہ تم نے اسلام کو بگاڑ دیا ہے اور اسلام اور اللہ کو مذاق بنا دیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے تمہیں سزا دینے کا فیصلہ صادر کر دیا ہے۔"

اس کے بعد کتاب میں جو کچھ ہے اسے سنانا آسان نہیں۔ بس اتنا اشارہ دل پر جبر کر کے سنائے دیتا ہوں کہ کتاب کے پلاٹ کے مطابق ہوتا یہ ہے کہ پانچوں طیاروں سے خفیہ جوہری بم پھٹتے ہیں۔۔۔ اور قیامت کی سی تباہی آجاتی ہے، حرم کعبہ اور مکہ مکرمہ کا پورا شہر گیس میں تحلیل ہو جاتا ہے وہاں موجود ۳۰ لاکھ حجاج میں سے ۵ لاکھ فوری طور پر لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔۔۔۔

ان تینوں کتابوں میں جو کچھ افسانوی انداز سے لکھا گیا ہے، کسی کا جی چاہے تو اسے محض ناول اور تخیل اور خیالی دنیا کی باتیں قرار دے دے اور کسی کو توفیق ہو تو اس افسانوی طرز بیان ہی کے ذریعہ سے صیہونی اور ان کے ایجنٹوں کے دماغوں میں ابلنے والے منحوس ارادوں اور تمناؤں کو جھانک کر دیکھ سکتا ہے ز بشکریہ تعمیر حیات، لکھنؤ

شخصیت:

محمد عمر فاروق

فدائے احرار مولانا گل شیر خان شہید رحمۃ اللہ علیہ

مجلسِ احرارِ اسلام کی تاریخ عزم وہمت، جرأت وایثار اور آزمائشِ دار ورسن کی عظیم و بے مثال اور لازوال داستان سے عبارت ہے۔ برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں آج تک کوئی ایسی جماعت اُفقِ سیاست پر نہیں اُبھری جس نے مجلسِ احرار کی طرح فرنگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جسم وروح کی پوری قوت وتوانائی کے ساتھ خم ٹھونک کر مخالفت کی ہو۔ اور اُن جیسی قربانیوں کی نظیر پیش کی ہو۔ حلقۂ احرار کے قافلۂ سخت جاناں کا ہر فرد فیض کے اس شعر کی عملی تصویر تھا کہ ؎

مر جائیں گے ظالم کی حمایت نہ کریں گے
احرار کبھی ترکِ روایت نہ کریں گے

انہی ایثار پیشہ اور گراں مایہ آفتاب بداماں ہستیوں میں سے ایک فدائے احرار، مجاہد کبیر مولانا محمد گل شیر خان اعوان شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ ؎

خونِ دل دے کے خزاؤں میں ترلائیں گے
جان کیا چیز ہے ہم جاں سے بھی گزر جائیں گے

اور یہ بات فی الحقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مولانا گل شیر خان شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار واعلانِ حق وصداقت کی صدائے رستا خیز بلند کر کے حیاتِ مستعار کے بدلے حیات حیاتِ جاوداں حاصل کی۔ جن کے خونِ جگر نے اپنے علاقہ میں ظلم وجبر کا راستہ روک کر مظلوم امتِ مسلمہ کو پروان چڑھنے اور طاغوتی قوتوں کی راہ میں آہنی دیوار بن جانے کا شعور بخشا۔

ہمارے دم سے ہے کوئے جنوں میں اب بھی خجل
عبائے شیخ و قبائے امیر و تاجِ شہی
ہمیں سے سنتِ قیس و منصور زندہ ہے
ہمیں سے باقی ہے گل دامنی و کج کلہی

مولانا گل شیر شہید رحمۃ ضلع اٹک کے ایک قصبہ ملہو والی میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم مختلف مدارس بالخصوص تحصیل تلہ گنگ کے ایک مشہور گاؤں ٹمن میں مولانا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے شیخ الحدیث علامہ محمد شریف کاشمیری (مدظلہ) سابق خطیب قادیان مولانا عنایت اللہ چشتی صاحب (مصنف "مشاہداتِ قادیان") اور تلہ گنگ کے نامور عالمِ دین مولانا حافظ محمد سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم سبق تھے۔

دینی تعلیم مکمل کرتے ہی آپ بمبئی تشریف لے گئے اور وہاں پانچ سال تک خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قرآنِ مجید اس سوز سے تلاوت فرماتے کہ سننے والے بقولِ حضرت امیرِ شریعت رحمۃ بے سدھ ہو جاتے۔ تقریر میں وہ ترنم اور لحن کہ بلا تخصیصِ مذہب زن و مرد فریفتہ ہو جاتے۔ گل شیر رحمۃ کی تلاوت و تقریر کا سحر انہیں مسحور کر کے دنیا سے بے خبر کر دیتا۔ یونہی سوز و گداز کا امرت پلاتے پلاتے گل شیر رحمۃ کی زندگی کے شب و روز گزرتے رہے۔

اپنے علاقے میں آپ کی دھاک یوں بیٹھی کہ پھر کسی مقرر کا چراغ نہ جل سکا۔ کوثر و تسنیم میں ڈھل کر نکھری ہوئی آواز سے رسیلے نغمے اور مدھر تانیں بکھیرتے ہوئے گل شیر رحمۃ حج بیت اللہ کے لئے ۱۹۳۹ء میں عازمِ سفر ہو گئے۔

اس دور میں پنجاب کا یہ خطہ انگریز کے جبر و استبداد کو قائم رکھنے میں نمایاں کردار کا حامل تھا۔ کہ یہاں کے وڈیرے، جاگیردار اور سرمایہ پرست فرنگی کو دوسرے علاقوں سے زیادہ بھرتی فراہم کرتے اور اس "عاجزانہ و غلامانہ" خدمت کے عوض "فرنگی بابا" سے جاگیریں اور ماہانہ وظائف پاتے۔ علمائے سُو کی اکثریت اُن کی ہاں میں ہاں ملاتی، ان کا وعظ، اُن کی تقاریر اور تفسیر ایک ہی گمراہ کن نظریہ کے پرچار میں مصروف تھیں۔ جس پر اُن کے ملنے والے ٹکڑوں کا دارومدار تھا کہ اس دھرتی پر

انگریزہی اُولی الامر ہونے کا مصداق ہے۔ جب کہ دوسری طرف حرّیت پسندوں کا کارواں مجلسِ احرارِ اسلام اِنِ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلّٰہِ کا نعرۂ مستانہ بلند کرنے میں مصروف تھا۔ انگریز کے خلاف اُٹھنے والی ہر تحریک کو احرارِ وفاکیش آگے بڑھا رہے تھے۔ خود مجلسِ احرار کئی تحریکیں جنم دے رہی تھی۔ اور یوں آزادی کی منزل قریب سے قریب تر ہو رہی تھی۔

مجلسِ احرارِ اسلام بیک وقت فرنگی، قادیانی، ہندو اور سکھ جیسے مکار، خونخوار اور بھیڑیا صفت انسانوں کے مذموم اجتماعی عزائم کے خلاف چومکھی جنگ کا آغاز کئے ہوئے تھی۔

مولانا گل شیر شہیدؒ اپنے علاقہ کے ماحول کے زیرِ اثر اکابر احرار کے خلاف سرگرمِ عمل رہتے تھے جونہی انہیں معلوم ہوتا کہ "کوئی احرار مقرر یہاں وارد ہوا ہے" تو فوراً اپنی لٹھ بردار ٹولی (موسوم فوجِ محمدی) کے جوانوں کے ہمراہ وہاں پہنچ جاتے اور جلسہ درہم برہم کر ڈالتے۔ اس وقت آپ کی شہرت پنجاب کی سرحدوں سے باہر جھانک رہی تھی۔

جب کسی کا مقدر اور خوش نصیبی جاگ اٹھتی ہے تو خود بخود کامرانیوں اور خوش بختیوں کے دریچے وا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب منزل راہی کو خود بلاتی ہے اور خودی کی بلندیوں پر گامزن انسان سے پروردگارِ عالم اُس سے دل کی مراد طلب کرتے ہیں۔

گل شیرؒ! گھر سے یہ ارادہ باندھ کر چلے تھے کہ "روضۂ رسول سے جواب لے کر ہی لوٹوں گا" وہیں زیارتِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے جیسا کہ احرار میں شمولیت کے بعد فرماتے تھے۔

"مجھے احرار کے سٹیج پر دلی مسرت ہوتی ہے کہ مجھے لانے والا کوئی چھوٹی حیثیت کا مالک نہیں۔ بلکہ میں سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا مامور ہوں" اور فرض کی بجا آوری کو ہی اپنا فرض خیال کر کے کام میں مشغول ہوں۔ مجھے اس بات کا حکم میرے آقا نے اس وقت دیا جب کہ میں اس کی ادب گاہ کے زائر کی حیثیت سے مدینۃ النبی میں مقیم تھا۔ رات سویا تو خواب میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

" گل شیر! اگر اسلام کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہو تو جاؤ ہندوستان میں احرارِ

اسلام کے ساتھ تعاون کرو"۔

اس واقعہ نے آپ کے دل و دماغ کی دنیا بدل ڈالی۔ فکر و نظر کے زاویے تبدیل ہو گئے۔ اور ان کی روح میں ایک بے پایاں مسرت رقصاں ہو گئی۔ حج کے بعد شاداں و فرحاں واپس وطن لوٹے وہی گل شیرؒ! جو اپنے علاقے میں احرار کا نام تک برداشت نہیں کرتے تھے انہوں نے واپس آتے ہی جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے ہوئے عہد کی لاج رکھتے ہوئے مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں کو دورہ کی دعوت دے ڈالی۔

اکابرِ احرار اپنی قسمت پر نازاں تھے اور پنجاب کے رؤسا انگشت بدنداں، اور کفِ افسوس مل رہے تھے۔ آپ کی دعوت پر بانیٔ احرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، خطیبِ پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور شاعرِ احرار خواجہ عبدالرحیم عاجز امرتسری رحمہم اللہ اجمعین میانوالی اور اٹک کے دورہ پر تشریف لائے اور مسلسل ایک ماہ کا دورہ کیا۔ اور آخری جلسہ میں مولانا گل شیر خانؒ نے احرار میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ گویا وہ شاعر کی زبان میں یوں کہنا چاہتے تھے کہ ؎

مرے رفیقِ سفر! اس مقام پر تھم جا

حسابِ الفتِ محبوب کچھ چکا کے چلیں

پھر یہ رشتۂ الفت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے استوار ہو گیا اور آپ ہمیشہ کے لئے مجلسِ احرار کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ احرار میں شمولیت کے ساتھ ہی آپ نے فرنگی کی عیّارانہ پالیسیوں، اس کے خود کاشتہ پودا اور گماشتہ مرزائیت کے دجل و تلبیس و اسلام کے خلاف بغاوت، ہندوؤں کی ظلم و ستم کی داستانوں اور سازشوں سے پردہ سرکانا شروع کر دیا۔

انگریز اس وقت پورے برصغیر کا واحد آقا تھا۔ آپ نے انگریزی استعمار پر کاری ضرب لگاتے ہوئے "فوجی بھرتی بائیکاٹ" کی تحریک کو اپنے اضلاع میں جاری کیا جس سے انگریزی حکومت تھرّا اٹھی۔ اور ۱۹۳۹ء میں ہی آپ کو تین سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔ میانوالی، اٹک اور منٹگمری (ساہیوال) میں یہ قید کاٹی۔ یکے بعد دیگرے آپ پر مقدمات کی بھرمار کر دی گئی۔ سر سکندر حیات کے حکم پر آپ کے خلاف بغاوت کے الزام میں مقدمہ بنایا گیا مگر

آپ کے بیانِ صادق نے سرسکندر حیات کے تمام ارادوں پر پانی پھیر دیا۔ اور آپ باعزّت بری کر دیئے گئے۔

اس زمانہ میں ہندو تمام معیشت پر چھائے ہوئے تھے۔ کوئی کاروبارِ زندگی ایسا نہ تھا جس پر ہندو قبضہ نہ کر چکے ہوں۔ مسلمان نہایت کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے ہندو مسلمانوں سے قرض چکانے کے لئے ان کی نوجوان کنواری و عفیفہ بچیوں کو ہمیشہ کے لئے اپنی باندی بنا کر لے جاتے اور سود در سود کے انبار تلے دبا ہوا مسلمان اپنی آبرو کو سرِ بازار لٹتے ہوئے دیکھتا اور زندہ درگور ہو جاتا۔ لیکن اپنی عفت و عصمت کی پاسبانی اس کے بس میں نہ تھی۔

مولانا گل شیر شہید نے ان اندوہ ناک حالات میں محمد بن قاسم کا کردار ادا کیا اور بے شمار ایسی لڑکیاں کشمیر سے برآمد کی گئیں۔ آپ نے مسلمانوں کو معاشی طور پر خوشحال بنانے کا تہیّہ کر لیا۔ آپ کے مسلسل کام سے مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے لگے۔ آپ اپنی ہر تقریر کے بعد چندہ کی اپیل کرتے۔ تقریر اس قدر دردناک ہوتی کہ خود ہندو عورتیں بھی اپنا زیور اتار کر قدموں میں ڈھیر کر دیتیں۔ اسی چندہ سے مسلمانوں کو کاروبار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے دکانیں بنا کر دیں۔ مسلمان ذہنی طور پر اس قدر قعرِ مذلت میں گر چکے تھے کہ اگر کوئی مسلمان دکان یا کسی کاروبار کے لئے تیار ہوتا تو اسے کاروبار کرتے دیکھ کر دیگر مسلمان کہتے کہ "دیکھو یہ ہندوؤں والا کام کر رہا ہے۔" گویا ان کے نزدیک تجارت ہندوؤں کے ساتھ مخصوص ہو چکی تھی۔

مولانا گل شیر رحؒ نے مسلمانوں کو معاشی مسائل سے چھٹکارا دلایا اور ہندوؤں کے دستِ ظلم سے بچایا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے غریب کسانوں کو جاگیرداروں کے خونی پنجہ سے نجات دلائی اور کسانوں کی ایک تنظیم "انجمن اصلاح المسلمین" تشکیل دی۔ جس کا مستقل ایک فنڈ قائم کیا۔ جہاں سے غریب کسانوں کو بلا سود قرضے دیئے جاتے۔ کسان منظم ہوئے اور بلا سود قرضوں نے انہیں نئی زندگی بخش دی۔

مولانا گل شیر شہیدؒ کے خلوص، دردمندی و دلسوزی اور جانکاہ مساعیٔ پیہم کی برکت سے غریب طبقہ کو تحفظ ملا۔ معاشرہ میں اعلیٰ مقام نصیب ہوا۔ ان کی دبی ہوئی غیرت بیدار

بیدار ہوئی اور اپنے دینی و سیاسی حقوق کی دفاعی جنگ لڑنے کی صلاحیت اور فہم و فراست پیدا ہوئی۔ ہندوؤں کی سودی تجارت ختم ہو کر رہ گئی۔ جاگیرداروں اور پروردگانِ فرنگ سرمایہ پرستوں کو اپنی جاگیر اور امارت خطرے میں نظر آنے لگی اور فوجی بھرتی کے بائیکاٹ سے انگریز کے دربار میں ان کی رہی سہی وقعت بھی جاتی رہی۔

یہ وہ بنیادی عوامل تھے جنہوں نے مظلوم امت کو باوقار مقام دلا کر انہیں عزت و وقار سے جینے کا ڈھنگ سکھایا اور سامراج کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے کا سلیقہ بتایا اور یہی عوامل ایوانِ فرنگ میں زلزلے کا باعث بنے اور مولانا گل شیر شہید کو یہ تمام عناصر اپنی راہ کا روڑا سمجھنے لگے۔

آپ کے قتل کا پروگرام انگریز، ہندو، مرزائی، سرمایہ پرستوں اور علمائے سُو کے ذھنوں میں بیک وقت تیار ہوا اور اِس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے میانوالی کے فرنگی ذلہ خوار امیر محمد خان نواب آف کالاباغ کو چناگیا۔ جس نے اپنے فرنگی آقا کی خوشنودی اور علاقہ میں اپنی فرعونیت کا بھرم رکھنے کے لئے یہ کام اپنے ذمہ لیا۔

مولانا گل شیر اپنے انجام سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے شہادت سے سات آٹھ روز قبل ہی گھر میں کہہ دیا تھا کہ اب کوئی پتہ نہیں کہ کسی وقت میں شہید کر دیا جاؤں۔

سلطانِ جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنا اور اپنی زندگی کا واحد مقصد گردانتے تھے۔ جب تک زندہ رہے حق و صداقت کی قندیل روشن رکھی اور جب شہید ہوئے تو یہ قندیل عوام کے سینوں میں روشن تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ "مسلمان حق گوئی سے منہ نہیں موڑتا بلکہ حق بات منہ پر کہہ دیتا ہے چاہے جان چلی جائے۔ آپ کا یہی عقیدہ تھا کہ

ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے
منبر نہیں ہوگا تو سرِ دار کریں گے

یہی وجہ تھی کہ آپ نے انگریزی سرکار اور مذکورہ بدقماش، بدمذہب اور جرائم پیشہ سیاسی آہنی قوتوں سے ٹکر لی۔ بظاہر یہ بات پتھر سے سر پھوڑنے کے مترادف تھی لیکن تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ ایسے فرزانوں کی قربانیاں رنگ لائیں۔ انگریز ملک چھوڑ گیا، ہندو اپنے